

فنا تعلیم درس بے خودی ہوں، اُس زمانے سے

کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوارِ دبستان پر

فراغت کس قدر رہتی مجھے تشویشِ مرہم سے

بہم گر صلح کرتے پارہ ہائے دل نمکداں پر

نہیں اقلیم الفت میں کوئی طومارِ ناز ایسا

کہ پشتِ چشم سے جس کے نہ ہووے مہرِ عنوان پر

مجھے اب دیکھ کر ابرِ شفق آلود، یاد آیا

کہ فرقت میں تری، آتش برستی تھی گلستاں پر

بجز پروازِ شوقِ ناز کیا باقی رہا ہو گا

قیامت اک ہوائے تند ہے، خاکِ شہیداں پر

نہ لڑنا صحیح سے غالب! کیا ہوا، اگر اُس نے شد کی

ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریباں پر

کی اس حقیر لونڈ کے لیے

سورج جیسے عظیم القدر وجود
کو زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت

ہے اور لونڈ بھی ایسی، جو

صحرا کے کانٹے کی نوک پر

ہو، سورجِ شبنم کو جذب

کرنے کے لیے اپنی شعاعیں

پھیلاتا ہے، جو حرارت پہنچا

کر شبنم کو اڑا لے جاتی ہیں،

لیکن شاعر کہتا ہے کہ جو قطرہ

شبنم خارِ بیا باں پر ہے، اس

کے لیے زحمت اٹھانا کس

بنا پر گوارا کیا جائے؟

اس سلسلے میں دو پہلو قابل

غور ہیں۔

۱۔ شبنم کا جو قطرہ کانٹے

کی نوک پر ہو، وہ زیادہ

دیر تک اپنی جگہ ٹھہر نہیں

سکتا، کانٹے کو ذرا سی جنبش ہوگی تو قطرہ گر جائے گا، لہذا ایسی بے حقیقت چیز کے

لیے سورج کو تکلیف اٹھانے کی کوئی حاجت نہیں۔

۲۔ جو قطرہ کانٹے کی نوک پر ہو، وہ ہر لحظہ کا پتلا رہتا ہے، کیونکہ اس کا مقام

بے حد تنگ اور ٹکیلا ہوتا ہے۔ جو قطرہ پتوں پر ہو، اس کی کیفیت یہ نہیں ہوتی۔ مرزا

نے "لڑتا ہے مراد" لکھتے وقت نوکِ خار کے قطرے کی یہ کیفیت بھی پیش نظر رکھی۔